مقدمۂ مشکوٰۃ

باسمہٖ تعالیٰ

انتسابؒ

گردِ خود گردم چوں بینم در ہوائے کیستم
ذرّہ ام اما بخورشیدم مقابل کردہ اند

اپنے والدین مرحومین کے نام جنھوں نے علم دین
سے روشناس کرایا اور اسی راہ میں زندگی وقف
کردینے کی تلقین فرمائی

مختار احمد اختر فیضی

مدرس جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو

۸۶۷ء

جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر کا مفہوم یہ ہے کہ کسی نے آپ کی موجودگی میں کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ نے نہ تو اس بات کا انکار کیا اور نہ ہی اس کام سے روکا بلکہ خاموشی اختیار کی اور اس کو برقرار رکھا اور اسی طرح حدیث کا اطلاق صحابی کے قول و فعل اور تقریر پر بھی ہوتا ہے نیز تابعی کے قول و فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔

مرفوع: جس حدیث کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچے اسے مرفوع کہتے ہیں۔

موقوف: جس حدیث کی سند صحابی تک پہونچے اسے موقوف کہتے ہیں۔

مقطوع: جس حدیث کی سند تابعی تک پہونچے اسے مقطوع کہتے ہیں۔

بعض محدثین صرف مرفوع اور موقوف کو حدیث کہتے ہیں اس لئے کہ مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے اور کبھی اثر کا اطلاق مرفوع پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً دعائے ماثورہ صرف انھیں) دعاؤں کو کہا جاتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں۔

اور امام طحاویؒ نے اپنی اس کتاب کا نام جو احادیث نبیؐ اور آثار صحابہؓ کے بیان پر مشتمل ہے "شرح معانی الآثار" رکھا ہے۔ اور امام سخاویؒ نے فرمایا کہ طبرانی کی ایک کتاب "تہذیب الآثار" کے نام سے موسوم ہے، باوجودیکہ اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ مرفوع احادیث مذکور ہیں۔ ہاں بعض موقوف حدیثیں تبعاً ضمناً ذکر کی گئی ہیں۔

خبر و حدیث: عرف عام میں خبر و حدیث کا مفہوم ایک ہی ہے ہاں بعض محدثین حدیث، صرف اسی کو کہتے ہیں، جو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام اور

تابعین عظام سے منقول ہوں۔ اور خبر اسے کہتے ہیں جو سلاطین، بادشاہوں اور ایام گذشتہ کی خبروں سے متعلق ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کا شغل حدیث کیساتھ ہوتا ہے اسے محدث اور جس کا تاریخ کے ساتھ ہوتا ہے اسے اخباری کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع کی دو قسمیں، صریحی اور حکمی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں قولی، فعلی، تقریری۔

مرفوع صریحی قولی: مثلاً صحابی کا یہ فرمانا کہ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا۔ یا صحابی یا غیر صحابی کا یہ فرمانا کہ قال رسول اللہ۔ یا یہ فرمانا کہ عن رسول اللہ انہ قال کذا۔

مرفوع صریحی فعلی: مثلاً صحابی کا یہ فرمانا کہ رأیت رسول اللہ فعل کذا۔ یا عن رسول اللہ انہ فعل کذا۔ یا صحابی یا غیر صحابی سے مرفوعاً یا رفعہ انہ فعل کذا۔

مرفوع صریحی تقریری: مثلاً صحابی یا غیر صحابی کا یہ فرمانا کہ "فعل فلان یا فعل احد بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا" اور آپ کا انکار ذکر نہ کرے۔ 2010

مرفوع حکمی قولی: مثلاً کسی ایسے صحابی کا گذشتہ یا آئندہ حالات کے متعلق خبر دینا جس نے نہ تو اگلی کتابوں سے واقفیت کی بنا پر خبر دیا ہو اور نہ ہی اس میں کسی اجتہاد کی گنجائش ہو۔ مثلاً انبیاء کے متعلق خبر دینا یا قرب قیامت میں جنگ دجال اور فتنوں کے سرزد ہونے کی خبر دینا یا قیامت کی ہولناکیوں کو بیان کرنا یا کسی کام پر مخصوص جزا و سزا مرتب ہونے کی خبر دینا۔ کیونکہ ان تمام صورتوں میں بجز اس کے چارہ نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی بیان کیا ہوگا۔

مرفوع حکمی فعلی: صحابی کا کسی ایسے کام کو کرنا جس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش

نہ ہو۔ کیونکہ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ کام آپ کو کرتے ہوئے دیکھ کر کیا ہوگا۔

مرفوع حکمی تقریری : صحابی کا اس بات کی خبر دینا کہ وہ لوگ آنحضورؐ کے زمانے میں اس طرح کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپؐ کو اس کی خبر ہوئی ہوگی۔ کیونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اگر وہ فعل ناجائز ہوتا تو بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہو جاتی اور صحابہ کو منع فرما دیتے۔ یا صحابی کا یہ خبر دینا کہ وہ لوگ کہتے تھے۔ "ومن السنۃ کذا"۔

ظاہر ہے کہ سنت سے مراد سنت رسول اللہ ہے۔ اگر چہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سنت صحابہ اور سنت خلفائے راشدین کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سنت کا اطلاق ان پر بھی ہوتا ہے۔

فصل

سند و اسناد : طریق حدیث یعنی ان راویوں کو کہتے ہیں جنھوں نے حدیث روایت کیا ہو۔ کبھی اسناد کا اطلاق معنی مصدری پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی سند کا ذکر کرنا اور حدیث کے راویوں کو بیان کرنا۔

متن : جہاں پر اسناد ختم ہو اُسے متن کہتے ہیں۔

متصل : جس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی بھی ساقط نہ ہو تو اس حدیث کو حدیث متصل کہتے ہیں اور عدم سقوط کو اتصال کہتے ہیں

منقطع : جس حدیث کے راویوں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں تو اس حدیث کو حدیث منقطع کہتے ہیں اور اس طرح کے سقوط کو انقطاع۔

معلق : اگر سقوط شروع سند سے ہو تو اس حدیث کو حدیث معلق کہتے ہیں اور

اس طرح کے اسقاط کو تعلیق ــــ ساقط ہونے والا کبھی تو ایک ہوتا ہے اور کبھی بہت اور کبھی پوری سند حذف کر دی جاتی ہے جیسا کہ محدثین کی عادت رہی ہے۔ مثلاً سند دوں کا ذکر نہ کرتے ہوئے ان کا کہنا "قال رسول اللہ"۔

صحیح بخاری کی احادیث میں بہت سی تعلیقات ہیں اور یہ متصل کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "صحیح بخاریؒ" میں بالالتزام انھیں احادیث کو بیان کیا ہے جو صحیح ہیں۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ یہ مُسند حدیثوں کے درجہ کی نہیں ہیں، مگر ہاں انھیں تعلیقات میں سے کسی حدیث کو اگر اسی کتاب کے کسی دوسرے مقام پر مُسند طور سے بیان کیا ہو تو مُسند کے درجہ کی ہو جائے گی۔

اور کبھی ان میں یوں بھی تفریق کی جاتی ہے کہ اگر انھوں نے جزم اور معروف کا صیغہ استعمال کیا اور یوں کہا "قال فلان" یا "ذکر فلان" جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ اسناد امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت ہے تو یقیناً وہ صحیح ہے۔ اور اگر مجہول و غیر معلوم صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہو مثلاً یوں کہا "قیل" یا "یقال" یا "ذُکر" تو اس کے صحیح ہونے میں ان کے نزدیک کلام ہے۔ لیکن جب انھوں نے اُسے اپنی کتاب میں بیان کیا تو اس کی ضرور کوئی اصل ہوگی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے کہہ دیا کہ امام بخاریؒ کی تعلیقات متصل صحیح ہیں۔

مرسل: اگر سقوط آخر سند یعنی تابعی کے بعد ہو تو حدیث کو حدیث مرسل اور اس فعل کو ارسال کہتے ہیں۔ مثلاً تابعی کا یہ فرمانا کہ "قال رسول اللہ"۔ 2010

محدثین کے نزدیک کبھی مرسل اور منقطع کا اطلاق ایک ہی معنی پر ہوتا ہے لیکن پہلی اصطلاح زیادہ مشہور ہے (یعنی ایک یا زیادہ راوی کا سقوط خواہ کہیں

سے بھی ہو تو اُسے منقطع اور اگر تابعی کے بعد ہو تو اسے مرسل کہتے ہیں)
جمہور علماء کے نزدیک مرسل کا حکم توقف ہے۔ اس لئے کہ معلوم نہیں ساقط ہونے والا راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ! کیونکہ تابعی کبھی دوسرے تابعی سے بھی روایت کرتے ہیں اور تابعین میں بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ بھی ـــ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہے (یعنی اس کی تائید دیگر طرق سے ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو) یہ حضرات فرماتے ہیں کہ انھوں نے کامل یقین و اطمینان کی بنا پر ارسال کیا ہے۔ اس لئے کہ گفتگو ثقہ کے بارے میں ہے۔ اگر ان کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو ارسال نہ کرتے اور یوں نہ کہتے "قال رسول اللہ"۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیثِ مرسل ہو یا مُسند، اگرچہ ضعیف ہو اگر کسی دوسرے طریق سے اسے تائید حاصل ہو گئی ہے تو مقبول ہو گی، ورنہ غیر مقبول۔ اور امام احمدؒ سے دو قول منقول ہیں (مقبول و غیر مقبول)

یہ تمام اختلافات اس وقت معتبر ہیں جب یہ معلوم کر لیا جائے کہ تابعی صرف ثقہ راویوں ہی سے ارسال کرنے کے عادی ہیں اور اگر ان کی عادت دونوں ہی (ثقہ و غیر ثقہ) سے ارسال کرنے کی ہے تو اس کا حکم بالاتفاق توقف ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیلات ہیں، جسے امام سخاویؒ نے الفیہ کی شرح میں تحریر فرمایا ہے

معضَل : اگر دو راوی کا سقوط درمیان سند سے پے در پے ہو تو اس حدیث کو مُعضَل (ضاد کے فتحہ کے ساتھ) کہتے ہیں۔

منقطع : اگر راوی کا سقوط ایک یا ایک سے زیادہ ہو لیکن ایک ہی مقام سے نہ ہو تو اس حدیث کو حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اس صورت میں منقطع غیر متصل

کی ایک قسم ہو گی. کبھی منقطع کا اطلاق مطلقاً غیر متصل پر ہوتا ہے جو تمام قسموں کو شامل ہوتا ہے اس لحاظ سے منقسم ہو جاتی ہے۔

انقطاع اور سقوط کا حکم یا تو راوی اور مروی عنہ کے مابین عدم ملاقات یا دونوں کے ہم زمانہ نہ ہونے یا اس سلسلہ میں دونوں کے اکٹھا نہ ہونے یا روایتِ حدیث کی اجازت نہ ملنے کی بنا پر ہوتا ہے۔

ان تمام امور کا تعلق علم تاریخ سے ہے جو راویوں کی تاریخ پیدائش و وفات اور زمانۂ طالب علمی اور طلب علم کے لئے سفر کے اوقات کو واضح اور متعین کرتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک علم تاریخ بنیادی اور بہترین علوم میں سے ہے

مُدلّس : منقطع کی ایک قسم مُدلّس (میم کے ضمہ اور لام مشدد کے فتحہ کیساتھ) ہے اور اس فعل کو تدلیس اور فاعل کو مُدلّس کہتے ہیں. تدلیس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے استاد کا نام نہ لے جس سے حدیث سنا ہے بلکہ استاد کے استاد کا نام لے اور ایسے الفاظ کے ساتھ روایت کرے کہ اس سے سننے کا گمان ہو اور جھوٹ کا یقین نہ ہو مثلاً یوں کہے "عن فلان" یا "قال فلان" تدلیس کے معنی خرید و فروخت میں سامان تجارت کے عیب کو چھپانے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ یہ دلس سے مشتق ہے. دلس سخت تاریکی کو کہتے ہیں. چونکہ دونوں خفا (تاریکی میں نور اور مدلس میں محذوف مخفی ہے) میں مشترک ہیں اس لئے مدلس نام رکھا گیا. شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا مُدلّس کی روایت مقبول نہ ہو گی جب تک حَدَّثَنَا نہ کہے۔

شمنیؒ نے فرمایا ائمہ کے نزدیک تدلیس حرام ہے امام وکیعؒ سے مروی ہے. وہ فرماتے ہیں، جب کپڑوں میں تدلیس کرنا جائز نہیں ہے تو بھلا حدیث

میں کیسے جائز ہوسکتی ہے ۔ شعبہؒ نے تدلیس کی سخت مذمت کی ہے۔ علمائے محدثین نے مدلس کی روایت کے مقبول ہونے میں سخت اختلاف کیا ہے۔ محدثین وفقہاء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ تدلیس ایک قسم کا طعن ہے اور جو اسمیں مشہور ہوگا اس کی حدیث مطلقاً مقبول نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک مقبول ہوگی۔ جمہور علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس مدلس کی روایت مقبول ہوگی جس کے بارےمیں یقین کرلیا جائے کہ یہ ثقہ راویوں ہی کی تدلیس کرتا ہے۔ مثلاً ابن عُیینہ

اور اس شخص کی روایت مردود ہوگی جو ضعیف وغیر ضعیف دونوں کی تدلیس کرتا ہے ہاں اگر حدثنا یا سمعنا یا اخبرنا جیسے الفاظ سے اپنے سننے پر قطعی دلیل پیش کردے تو مقبول ہوگی ۔

تدلیس کا باعث بعض لوگوں کے لئے کبھی تو کوئی غلط قسم کی غرض ہوتی ہے مثلاً استاد کی کمسنی یا اس کے مشہور نہ ہونے یا لوگوں کے نزدیک معزز نہ ہونیکی وجہ سے شیخ سے اپنے سماع کو چھپانا۔ اور بعض بزرگوں سے جو تدلیس کا وقوع ہوا ہے وہ اس غرض سے نہ تھا بلکہ اس بنا پر تھا کہ انھیں حدیث کی صحت پر کامل یقین تھا۔ اور شیخ کی شہرت وعزت کی وجہ سے اظہار کی ضرورت نہ تھی ۔

شمنیؒ نے فرمایا اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ کسی حدیث کو ثقہ راویوں کی ایک جماعت سے سنا ہو اور اس شخص سے بھی سنا ہو۔ پس اس شخص کے ذکر کر دینے کے بعد اس جماعت کے کسی فرد یا پوری جماعت کے ذکر کی پروا نہ کی ہو کیونکہ اس حدیث کا صحیح ہونا متحقق ہے جسے مرسل کرتا ہے ۔

مضطرب : اگر سند یا متن میں راویوں کا اختلاف ہو. تقدیم وتاخیر یا

کمی زیادتی یا کسی راوی کے بدلے دوسرا راوی یا ایک متن کے بدلے دوسری متن یا سند کے ناموں یا متن کے اجزاء کے درمیان تحریف کرنے یا اختصار یا حذف یا اسی کے مثل اور چیزوں کے ذریعہ اختلاف ہو تو اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں پس اگر انکے مابین تطبیق ممکن ہے تو بہتر ہے ورنہ توقف کیا جائے گا

مدرج : اگر راوی نے اپنا کلام یا اپنے علاوہ مثلاً کسی صحابی یا تابعی کا کلام کسی غرض (لغت بیان کرنے یا تفسیر بیان کرنے کے لئے یا مطلق کو مقید کرنیکے لئے یا اسی طرح اور کسی غرض) کی بنا پر حدیث میں شامل کر دیا ہو تو اس حدیث کو مدرج کہتے ہیں

روایت بالمعنیٰ

یہاں سے روایت بالمعنیٰ کی بحث شروع کیجا رہی ہے اور اس بارےمیں اختلاف ہے۔ پس اکثر محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ روایت بالمعنیٰ اس شخص کے لئے جائز ہے جو لغات عربیہ کا عالم اور اسلوب بیان کا ماہر اور ترکیبوں کے خواص اور طریقۂ خطاب سے پوری طرح باخبر ہو تاکہ کمی اور زیادتی کرنے میں غلطی نہ کرے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفرد الفاظ میں جائز ہے نہ کہ جملوں میں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شخص کیلئے جائز ہے جس کے ذہن میں حدیث کے الفاظ مستحضر ہوں تاکہ تبدیلی کرنے پر قادر ہو سکے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شخص کیلئے جائز ہے جو حدیث کے معانی کو یاد رکھتا ہو اور الفاظ کو بھول گیا ہو۔ اس ضرورت کی بنا پر کہ احکام شرعیہ کی معلومات حاصل کیجائے روایت بالمعنیٰ جائز ہے۔ لیکن بلا ضرورت اگرچہ الفاظ ذہن میں مستحضر ہوں جائز نہیں یہ سارے اختلافات روایت بالمعنیٰ کے جواز و عدم جواز کے سلسلہ میں ہیں لیکن اس

بات پر سب کا اتفاق ہے کہ افضلیت روایت باللفظ کو حاصل ہے اسمیں کسی قسم کی تبدیلی کئے بغیر، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا اور اسے محفوظ رکھا اور جیسے سنا ویسے ہی بیان کیا۔

روایت بالمعنی صحاح ستہ نیز دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔

عنعنہ: حدیث کو لفظ "عن فلان عن فلاں" سے روایت کرنے کو عنعنہ کہتے ہیں۔

معنعن: جو حدیث عنعنہ کیساتھ روایت کیجائے اس حدیث کو معنعن کہتے ہیں۔

امام مسلمؒ کے نزدیک عنعنہ میں معاصرت (ہم زمانہ ہونا) شرط ہے۔ اور امام بخاریؒ کے نزدیک ملاقات، اور دوسرے لوگوں کے نزدیک اخذ (حدیث کا لینا) ثابت ہو۔ امام مسلمؒ نے دونوں فریقوں کی سخت تردید کی ہے اور اس میں مبالغہ کیا ہے اور مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے۔

مسند: ہر وہ حدیث جو مرفوع ہو اور سند متصل ہو تو اس حدیث کو مُسنَد کہتے ہیں یہی بات مشہور و معتبر ہے اور بعض محدثین ہر متصل حدیث کو مسند کہتے ہیں اگرچہ موقوف و مقطوع ہی کیوں نہ ہو۔ اور بعض لوگ مرفوع کو مسند کہتے ہیں اگرچہ مرسل یا معضل یا منقطع ہی کیوں نہ ہو۔

فصل

حدیث کی قسموں میں سے شاذ، منکر اور معلل بھی ہیں۔

شاذ و محفوظ: شاذ لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو جماعت سے نکل گیا اور الگ تھلگ ہوگیا۔ اور اصطلاح میں، جو حدیث کہ ثقہ راویوں کے خلاف مروی ہو

اور اگر اس کے راوی ثقہ نہ ہوں تو وہ حدیث مردود ہوگی۔ اور اگر ثقہ ہوں تو مرجوح ہوگی۔ حفظ و ضبط کی زیادتی یا کثرت تعداد یا ترجیح کے اور دوسرے طریقوں کی بنا پر پس راجح حدیث کو محفوظ اور مرجوح حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

منکر و معروف: وہ حدیث جسے کسی اضعف راوی نے ضعیف کے خلاف روایت کیا ہو تو اضعف کی روایت کو منکر اور مقابل (ضعیف) کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔ پس منکر اور معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک، دوسرے سے اضعف ہوتا ہے (منکر کا راوی اضعف اور معروف کا راوی ضعیف)

اور شاذ و محفوظ میں دونوں کے راوی قوی یعنی ثقہ ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے اقویٰ ہوتا ہے (شاذ کا راوی قوی اور محفوظ کا راوی اقویٰ اور شاذ و منکر مرجوح اور محفوظ و معروف راجح)

بعض محدثین نے شاذ و منکر میں کسی دوسرے راوی کی مخالفت کی شرط نہیں لگائی ہے خواہ مخالفت کرنے والا قوی ہو یا ضعیف اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ثقہ راوی نے روایت کیا ہو اور روایت کرنے میں منفرد ہو اور اس کی کوئی اصل نہ پائی جائے جو اس کی مدد و معاون ہو۔ اور یہ تعریف اس صحیح حدیث پر بھی صادق آتی ہے جنکے راوی ثقہ منفرد ہوں اور بعض لوگوں نے نہ تو ثقہ ہونیکا اعتبار کیا نہ ہی مخالفت کا۔ اور اسی طرح منکر کو بھی صورت مذکورہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ ہر اس حدیث کو منکر کے نام سے موسوم کیا ہے جس پر فسق یا زیادتی غفلت یا کثرت غلطی کی بنا پر جرح کی گئی ہو

یہ اپنی اپنی اصطلاحیں ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

معلل : معلل (لام کے فتحہ کے ساتھ) اس حدیث کو کہتے ہیں جسکی اسناد میں ایسی خفیہ علتیں اور پوشیدہ اسباب موجود ہوں جو صحت کو نقصان پہونچانے والی ہوں جس پر ہوشیار اور فن کے ماہرین ہی اطلاع پا سکتے ہیں۔ مثلاً موصول حدیث میں ارسال کا ہونا اور مرفوع حدیث میں وقف کا ہونا اور اسی طرح اور بھی۔ اور کبھی معلِل (لام کے کسرہ کے ساتھ) کی عبارت اس کی دعوی پر دلیل قائم کرنے سے قاصر رہتی ہے جیسے صراف سونا، چاندی کے پرکھنے ہیں۔

متابع : اگر کسی راوی نے کسی حدیث کو روایت کیا اور کسی دوسرے راوی نے کوئی حدیث اس کے موافق روایت کی تو بعد والی روایت کو متابع (اسم فاعل کا صیغہ) کہتے ہیں اور محدثین کے اس قول "تابعہ فلان"، کا یہی مفہوم ہے

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" میں بہت سے مقامات پر اس کا استعمال کیا ہے۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں" ولہ متابعات" "متابعت باعث تقویت وتائید ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ متابع درجہ ومرتبہ میں اصل کے برابر ہو۔ اگرچہ اس سے کمتر درجہ کی ہو پھر بھی متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

متابعت کبھی تو خود راوی میں ہوتی ہے اور کبھی اس کے اوپر کے استاد میں پہلی صورت دوسری صورت سے زیادہ بہتر ہے۔ اسلئے کہ ضعف ابتدائے سند میں اکثر وبیشتر ہوتا ہے۔

مثلہ : متابع اگر لفظاً ومعنیً دونوں اعتبار سے اصل کے موافق ہو تو اسے مثل کہتے ہیں۔

نحوہٗ : متابع اگر صرف معنیً اصل کے موافق ہو تو اُسے نحو کہتے ہیں. متابعت میں یہ شرط ہے کہ دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں ۔

شاہد : اگر دونوں حدیثیں دو صحابیوں سے مروی ہوں تو اُسے شاہد کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "لہٗ شاہد من حدیث ابی ہریرہ" اور یوں بھی کہا جاتا ہے "لہٗ شواہد" اور یہ بھی کہا جاتا" ویشہد بہ حدیث فلان" اور بعض لوگ کہتے ہیں اگر صرف لفظاً موافقت ہو تو اسے متابع اور اگر صرف معنیً ہو تو اسے شاہد کہتے ہیں خواہ دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں یا دو صحابیوں سے. اور کبھی شاہد و متابع کا اطلاق ایک ہی معنی پر کیا جاتا ہے

اعتبار : متابع اور شاہد کی معلومات کرنے کی غرض سے راویوں اور سندوں کی تلاش وجستجو کرنے کو اعتبار کہتے ہیں ۔

فصل

حدیث کی بنیادی قسمیں تین ہیں :۔ صحیح ، حسن ، ضعیف

پس صحیح کا درجہ سب سے بلند ہے اور ضعیف کا سب سے کمتر. اور حسن کا درمیانی حدیث کی بقیہ تمام قسمیں جو پہلے مذکور ہوئیں. انھیں تینوں میں داخل ہیں ۔

صحیح : اس حدیث کو کہتے ہیں جسے عادل، تام الضبط راوی نے روایت کیا ہو اور اس کی سند میں اتصال ہو اور وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو ۔

صحیح لذاتہ : اگر وہ صفات جو صحیح میں معتبر ہوتے ہیں اعلیٰ درجے کے ہوں تو اس حدیث کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں ۔

صحیح لغیرہ : اور اگر اس حدیث میں ایک قسم کا نقص ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی ہو سکے تو اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

حسن لذاتہ : اور اگر اس حدیث میں ایک قسم کا نقص ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی نہ ہو سکے تو اس حدیث کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔

حسن لغیرہ : ضعیف حدیث اگر مختلف طرق سے آئے اور اس کی وجہ سے اسکا ضعف دور ہو جائے تو اس حدیث کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

ضعیف : اگر وہ تمام یا بعض شرائط جو صحیح میں معتبر ہیں کسی حدیث میں مفقود ہوں تو اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔

ان باتوں سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام صفات جو صحیح میں معتبر ہیں ان میں سے کوئی صفت بھی حسن میں ناقص ہو گئی ہے. لیکن حقیقت یہ ہیکہ وہ نقص جو حسن میں معتبر ہے وہ صرف قلتِ ضبط ہے بقیہ تمام صفات موجود ہونے چاہئیں۔

عدالت : وہ قوت استعداد یہ ہے جو انسان کو تقوی اور مروت اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

تقویٰ : برے اعمال یعنی شرک و بدعت اور فسق سے پرہیز کرنیکا نام ہے. گناہ صغیرہ سے پرہیز کرنے کے بارے میں اختلاف ہے. مذہب مختار اس کی شرط نہ لگانا ہی ہے کیونکہ یہ طاقت انسانی سے باہر ہے. مگر اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنا۔ کیونکہ اس صورت میں گناہ صغیرہ، کبیرہ بن جاتی ہے۔

مروت : کا مطلب بعض ان کمینی باتوں سے پرہیز کرنا ہے جو انسانیت و شرافت

کے خلاف ہیں۔ یعنی وہ رذیل مباح چیزیں مثلاً بازار میں کھانا، پینا اور راستہ میں پیشاب کرنا اور اسی طرح کی اور بھی دوسری چیزیں

یہ بات معلوم کرنا مناسب ہے کہ روایت کا عدل، شہادت کے عدل سے عام ہے اس لئے کہ شہادت کا عدل آزاد کے ساتھ خاص ہے اور روایت کا عدل آزاد و غلام دونوں کو شامل ہے۔

ضبط : کا مفہوم سنی ہوئی بات کو یاد رکھنا اور اس کو ضائع ہونے اور اسمیں خلل واقع ہونے سے محفوظ رکھنا ہے اس طرح پر کہ اس کو پیش کرنے پر قادر ہو سکے

ضبط کی دو قسمیں :۔ ضبط صدر، ضبط کتاب۔

ضبط صدر : دل میں محفوظ رکھنا۔ زبانی یاد کر لینا۔

ضبط کتاب : بیان کرتے وقت اس کتاب کو اپنے پاس محفوظ رکھنا۔

فصل

۲۰۱۵

عدالت : سے متعلق جرح کے اسباب پانچ ہیں: جھوٹ۔ جھوٹ کیساتھ متہم ہونا۔ فسق۔ جہالت۔ بدعت۔

راوی کے جھوٹے ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اس کا جھوٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ثابت ہو، خواہ حدیث گھڑنے والا خود اپنے جھوٹ کا اقرار کرے خواہ اس کے علاوہ اور کسی قرینہ سے معلوم کیا جائے۔

جو حدیث جھوٹ کی وجہ سے مطعون ہوتی ہے اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں اور جس شخص نے حدیث میں قصداً جھوٹ ثابت ہو اگرچہ زندگی میں ایک ہی بار

کیوں نہ ہو اور اگرچہ اس سے توبہ بھی کرے پھر بھی اس کی دوسری تمام حدیثیں بھی تازندگی مقبول نہ ہونگی اور موضوع کہلائیں گی. برخلاف جھوٹی شہادت دینے والے کے جب کہ توبہ کرے (کیونکہ اس صورت میں اس کی شہادت مقبول ہوگی)

محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث کا مفہوم یہی ہے نہ کہ اسکی صرف اسی حدیث کو موضوع کہیں گے جسمیں اس کا کذب ثابت ہو۔ یہ مسئلہ ظنی ہے، کیونکہ تمام حدیثوں کو موضوع قرار دینا محض ظن غالب کی بنا پر ہے اس پر یقین کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اس ظن غالب کی رعایت سے وہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے جو واضع کے اقرار کی صورت میں کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اس اقرار میں بھی جھوٹا ہو۔ کیونکہ یہاں پر اس کا سچا ہونا بھی اسی ظن غالب کی بنا پر ہے. کیونکہ کوئی شخص بلاوجہ جھوٹ بول کر اپنے کو متہم نہیں کرے گا. اگر اس غالب کا اعتبار نہ ہوتا تو خود سے اقرار کرنے والے قاتل کا قتل کرنا اور خود سے زنا کا اقرار کرنے والے زانی کا رجم کرنا جائز نہ ہوتا. فافہم.

راوی کا جھوٹ کے ساتھ متہم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کیساتھ بات چیت کرنے میں اس کا جھوٹا ہونا مشہور ومعروف ہو اور اس کا جھوٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ثابت نہ ہو۔

وہ روایت جو شریعت کے جانے پہچانے ضروری قواعد کی مخالفت کرے اس کا حکم بھی یہی ہے یعنی وہ روایت متہم بالکذب کی طرح متروک ہوگی۔

متروک: متہم بالکذب کی روایت کو متروک کہتے ہیں. جیسے کہا جاتا ہے۔

"حدیثہ متروک" اور" فلان متروک الحدیث" اور یہ شخص (متہم بالکذب)
اگر توبہ کرلے اور اسکی توبہ صحیح ہوجائے اور اسمیں سچائی کی علامت ظاہر ہوجائیں
تو اس سے حدیث کا سننا جائز ہے۔ اور اگر وہ شخص جس سے کبھی اتفاقاً حدیث نبویؐ
کے علاوہ عام گفتگو میں جھوٹ سرزد ہوجائے تو اس صورت میں اسکی حدیث
موضوع یا متروک کے نام سے موسوم نہ ہوگی اگرچہ یہ بھی ایک گناہ ہے۔
فسق : فسق سے مراد فسق فی العمل ہے نہ کہ فسق فی الاعتقاد۔ کیونکہ یہ بدعت
میں داخل ہے اور اکثر بدعات کا استعمال اعتقاد میں کیا جاتا ہے اور جھوٹ
اگرچہ فسق میں داخل ہے لیکن محدثین نے اسے بالکل علیحدہ ذکر کیا ہے۔
کیونکہ اسمیں سخت جرح پائی جاتی ہے

لیکن راوی کا مجہول ہونا یہ بھی حدیث میں طعن کا سبب ہے اسلئے کہ
جب اس کا نام اور اس کی شخصیت کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہوگی تو
اس کے حالات بھی معلوم نہ ہوسکیں گے کہ آیا وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ مثلاً یوں
کہے" حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ" یا" اَخْبَرَنِیْ شَیْخٌ"

مبہم : مجہول راوی کی حدیث کو مُبْہَم کہتے ہیں اور یہ غیر مقبول ہوتی ہے اگر
مجہول راوی صحابی ہوں تو مقبول ہوگی۔ کیونکہ صحابی عادل ہوتے ہیں اور اگر
تعدیل کے لفظ کیساتھ ابہام کرے مثلاً یوں کہے" اخبرنی عدل یا حدثنی ثقة" تو اسکے
بارے میں اختلاف ہے (مقبول وغیر مقبول ہونے میں) لیکن صحیح بات یہی ہے کہ
اسکی روایت غیر مقبول ہوگی۔ اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ اسکے خیال میں عادل اور ثقہ ہو
نہ کہ حقیقت میں۔ اور اگر کوئی ماہر فن امام تعدیل کرے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔

2010

بدعت : جو بات مذہب میں مشہور و معروف ہو اور اس کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ہو اس کے خلاف کسی شبہہ یا تاویل کی بنا پر کسی نئی بات کا اعتقاد رکھنے کو بدعت کہتے ہیں. کیونکہ ایسی باتوں کا صریح انکار کرنا کفر ہے. جمہور علماء کے نزدیک بدعتی کی حدیث غیر مقبول ہے. بعض لوگوں کے نزدیک اگر بدعتی زبان کا سچا ہے تو اس کی روایت مقبول ہوگی. اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر وہ کسی ایسی چیز کا منکر ہے جو شریعت میں تواتر سے ثابت ہے اور اس کا مذہبی امور سے ہونا متیقن ہے تو اس کی روایت غیر مقبول ہوگی. اور اگر یہ صورت نہ ہو تو مقبول ہوگی. اگرچہ مخالفین نے اس کو کافر قرار دیا ہو.

مگر ہاں اس بدعتی میں ضبط و تقویٰ، دینداری، احتیاط و حفاظت ضروری ہے. مذہب مختار یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف عام لوگوں کو دعوت دیتا ہے نیز اس کی ترویج و اشاعت کرتا ہے تو غیر مقبول ہوگی اور یہ صورت نہ ہو تو مقبول ہوگی لیکن اگر کسی ایسی چیز کی روایت کرتا ہے جس سے اپنی بدعت کو تقویت پہونچاتا ہے تو یہ یقیناً مردود ہے.

خلاصہ یہ کہ بدعتیوں اور نفس پرستوں نیز باطل مذہب والوں کی حدیث قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں ائمۂ کرام کے باہم اختلافات ہیں.

چنانچہ جامع الاصول کے مصنفؒ نے فرمایا کہ محدثین کی ایک جماعت نے خارجیوں قدریوں، رافضیوں اور تمام بدعتیوں اور نفس کے پجاریوں سے حدیث کو لیا ہے اور دوسری جماعت نے احتیاط کرتے ہوئے ان فرقوں سے حدیث کو لینے میں پرہیز کیا ہے ان میں سے ہر ایک کا جدا جدا مقصد ہے.

بلاشبہ ان فرقوں سے احادیث اسی صورت میں لی جا سکتی ہیں جب تلاش وجستجو کرلی جائے نیز معلومات فراہم کرلی جائے۔ باوجود اسکے احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے حدیث نہ لیا جائے اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ فرقے اپنے مذاہب کی ترویج واشاعت کے لئے جھوٹی حدیثیں گھڑتے تھے چنانچہ توبہ، رجوع کے بعد خود ہی اس بات کا اقرار بھی کرتے تھے۔

فصل

جرح کے وہ اسباب جو ضبط سے متعلق ہیں ان کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ زیادتی غفلت۔ کثرت غلطی۔ ثقہ راویوں کی مخالفت۔ وہم۔ حافظہ کی خرابی۔

زیادتی غفلت اور کثرت غلطی تقریباً ہم معنی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غفلت حدیث کے سننے میں ہوتی ہے اور غلطی حدیث کے سنانے اور بیان کرنے میں

اسناد اور متن میں ثقہ راویوں کی مخالفت مختلف طریقوں پر ہوتی ہے جو کہ شذوذ کا باعث ہوتی ہے۔ ثقہ راویوں کی مخالفت کو ضبط سے متعلق جرح کے اسباب بنانے کی وجہ یہ ہے کہ مخالفت اسی ضبط وحفظ کی عدم موجودگی نیز تبدیلیوں سے بچاؤ نہ ہونے کی بنا پر ہوتی ہے۔

معلل ، وہ جرح جو وہم ونسیان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی اگر کسی نے وہم ونسیان کی بنا پر غلطی کی اور کسی حدیث کو وہم کی بنا پر بیان کیا اور اس پر کسی ایسے قرینے سے اطلاع ہو جائے جو جرح کے اسباب پر دلالت کرتے ہوں تو اس حدیث کو معلل کہتے ہیں۔ اور علم حدیث میں بہت پوشیدہ اور اہم جرح ہے اور اس سے وہی شخص باخبر ہو سکتا ہے

2010

جو اچھی سوجھ بوجھ نیز قوی حافظہ کا مالک ہو اور راویوں کے مرتبے نیز سندوں اور متنوں کی پوری معلومات رکھتا ہو جیسے فن حدیث کے اگلے ماہرین، جسکے آخری فرد امام دارقطنی ہیں۔ جنکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے بعد ان کی طرح کوئی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

حافظہ کی خرابی کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ اس کا مفہوم یہ ہیکہ اسکی درستگی اسکی غلطی پر غالب نہ ہو نیز اسکی یادداشت اسکی بھول چوک سے زیادہ نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کی بھول چوک، اس کی یادداشت پر غالب یا اسکے برابر ہو تو اس کا شمار سوء حفظ میں ہوگا۔ پس درستگی اور یادداشت کی زیادتی معتبر ہے۔

سوء حفظ اگر اسے ہمہ وقت اور ساری زندگی میں لازم ہو تو اسکی روایت معتبر نہ ہوگی، بعض محدثین کے نزدیک اس کا شمار بھی شاذ میں ہوتا ہے۔

مختلط : اگر سوء حفظ کسی بیماری کی وجہ سے وقتی طور پر لاحق ہو گیا مثلاً بڑھاپے یا بینائی کے ختم ہو جانے یا کتابوں کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے حافظہ میں خرابی واقع ہو جائے تو اس کی روایت کو مختلط کہتے ہیں، پس جو حدیث خلل و اختلاط واقع ہونے سے پہلے روایت کیا ہو بشرطیکہ خلل واقع ہونے کے بعد کی روایتوں کے مابین تمیز کی جاسکے تو پہلے کی روایت مقبول ہوگی اور اگر تمیز نہ کیجا سکے یا اشتباہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں توقف کیا جائے گا۔ اور اگر اس قسم کی حدیثوں کے متابع اور شواہد پائے جائیں گے تو اس کو مردود کے درجے سے نکال کر ترقی دیدیجائیگی اور مقبول کے درجے میں داخل کردی جائے گی۔ اور یہی حکم مستور، مدلس اور مرسل کی حدیثوں کا بھی ہے۔

فصل

غریب ، اگر صحیح حدیث کی سند کے کسی ایک طبقہ میں بھی ایک راوی ہوں تو اس حدیث کو غریب کہتے ہیں۔

عزیز : اگر صحیح حدیث کی سند کے ہر طبقہ میں دو دو راوی ہوں تو اس حدیث کو عزیز کہتے ہیں۔

مشہور : اگر صحیح حدیث کی سند کے ہر طبقہ میں دو دو راوی سے زیادہ ہوں تو اس حدیث کو مشہور کہتے ہیں۔

متواتر : اگر صحیح حدیث کے راوی اس قدر زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہو تو اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔

غریب کو فرد بھی کہتے ہیں۔ فرد کی دو قسمیں ہیں۔ فرد نسبی۔ فرد مطلق

فرد نسبی : اگر اسناد کے کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہو تو اس حدیث کو فرد نسبی کہتے ہیں۔

فرد مطلق : اگر اسناد کے ہر طبقہ میں ایک ایک راوی ہوں تو اس حدیث کو فرد مطلق کہتے ہیں۔

راوی کے دو ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر طبقہ میں دو دو ہوں پس اگر ایک طبقہ میں بھی ایک راوی پایا گیا تو وہ حدیث عزیز نہ ہو گی بلکہ غریب ہو گی۔ اور مشہور میں راویوں کی کثرت کا اعتبار بھی اسی قاعدہ سے کیا گیا ہے یعنی ہر طبقہ میں دو سے زیادہ راوی ہوں اگر ایک طبقہ میں بھی دو راوی پائے گئے تو وہ حدیث مشہور نہ ہو گی

بلکہ عزیز ہو گی۔ اس فن میں محدثین کے اس قول "الاقل حاکم علی الاکثر" کا مفہوم یہی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ غرابت صحت کے منافی نہیں ہے ہو سکتا ہے کوئی حدیث بیک وقت صحیح بھی ہو بایں طور کہ اس کے ہر ایک راوی ثقہ ہوں۔ اور غریب کا اطلاق کبھی شاذ پر بھی ہوتا ہے۔ وہ شذوذ جو حدیث میں جرح کے اسباب میں سے ہے۔

مصنف مصابیح نے جب جرح کے طور پر "ہذا حدیث غریب" کہا ہے تو اسکا مفہوم یہی ہے (شاذ ہونا) اور بعض لوگ شاذ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ راوی منفرد ہو اور ثقہ کی مخالفت نہ پائی جائے اور کہتے ہیں "صحیح شاذ صحیح غیر شاذ" پس اس تفسیر کے لحاظ سے بھی شذوذ صحت کے منافی نہیں ہے، جیسے غرابت صحت کے منافی نہیں ہے اور جو شذوذ کہ جرح کے مقام پر ذکر کیا جاتا ہے وہ البتہ ثقہ کا مخالف ہوتا ہے۔

فصل

ضعیف : صحیح اور حسن میں جو شرائط معتبر ہیں وہ تمام یا بعض اگر کسی حدیث میں نہ پائے جائیں تو اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور اس کے راویوں کی شذوذ و نکارت اور علت کے ساتھ مذمت کی جاتی ہے۔

اس اعتبار سے ضعیف کی متعدد قسمیں ہو سکتی ہیں اسیطرح صحیح لذاتہ ولغیرہ اور حسن لذاتہ ولغیرہ کی بھی درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے متعدد قسمیں ہو سکتی ہیں اسلئے کہ صحیح اور حسن میں جن جن صفات کا لحاظ و اعتبار کیا جاتا ہے وہ مختلف درجے کی ہو سکتی ہیں اگرچہ

حسن وصحت سب میں مشترک ہوگا۔

محدثین نے صحت کے مراتب کو ضبط اور متعین کیا ہے اور سند وہ اسکی مثالیں بھی دی ہیں اور کہا ہے اگرچہ عدالت وضبط اسکے تمام راویوں میں پایا جاتا ہے لیکن انمیں سے بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔ لیکن کسی مخصوص سند پر اصح الاسانید ہونیکا اطلاق کرنا مختلف فیہ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا اصح الاسانید "زین العابدین عن ابیہ عن جدہ" ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ "مالک عن نافع عن ابن عمر" ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الزہری عن سالم عن ابن عمر ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر مطلقاً اصح ہونیکا حکم لگانا جائز نہیں ہے ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صحت میں بلند پایہ کی ہے اور اس میں بہت سی سندیں داخل ہوسکتی ہیں اور اگر اسے مقید کر دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ فلاں شہر کی سندوں میں اصح ہے یا فلاں باب یا فلاں مسئلہ میں اصح ہے تو یہ کہنا درست ہے۔ واللہ اعلم

فصل

امام ترمذی کا یہ طریقہ ہیکہ وہ اپنی کتاب جامع ترمذی میں کبھی تو فرماتے ہیں "حدیث حسن صحیح" اور کبھی "حدیث غریب حسن" اور کبھی "حسن غریب صحیح"۔ تو کسی حدیث کے بیک وقت حسن اور صحیح ہونے میں کوئی شبہہ نہیں بایں طور کہ حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہو۔ اور اسیطرح غریب اور صحیح ہونے میں بھی کوئی شبہہ نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے (کہ غریب کے تمام راوی ثقہ ہوں) لیکن غریب وحسن ہونے میں لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔ اس لئے کہ امام ترمذی نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا ہے۔ پھر غریب کیسے ہوسکتی ہے۔ لوگوں نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ مطلقاً حسن میں تعدد طرق کا اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ حسن کی دو قسموں (لذاتہ ولغیرہ) میں سے ایک قسم (لغیرہ) میں کیا ہے اور یہاں پر حسن سے

مراد دوسری قسم (حسن لذاتہ) ہے۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اس سے امام ترمذی نے اختلاف طرق کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی بعض طرق کے اعتبار سے غریب ہے اور بعض طرق کے اعتبار سے حسن۔ اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں پر واو معنی میں آو کے ہے۔ یعنی وہ حدیث کے بارے میں یقینی علم نہ ہونے کی بناپر شک کا اظہار کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں پر حسن اپنے اصطلاحی معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے بلکہ لغوی معنی میں۔ یعنی بہتر جس کی طرف طبیعت کا رجحان ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے۔

فصل

صحیح حدیث احکام شریعت میں بالاتفاق قابل حجت ہے اور اسی طرح حدیث حسن لذاتہ بھی عام علماء کے نزدیک قابل حجت ہے اور اس سلسلہ میں صحیح کے برابر اگرچہ مرتبہ میں اس سے کمتر ہے۔ اور وہ حدیث ضعیف جو تعدد طرق کی بناپر حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہونچ جاتی ہے وہ بھی بالاتفاق قابل حجت ہے۔

اور یہ بات جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف صرف فضائل اعمال میں معتبر ہے نہ کہ اس کے علاوہ میں تو اس سے مراد فرد واحد ہے نہ کہ اس کا مجموعہ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ حسن میں داخل ہو جاتا ہے نہ کہ ضعیف میں۔ ائمہ نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے، اگر ضعیف سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کے باعث ہو لیکن اس کے راویوں میں سچائی اور دیانتداری موجود ہو تو تعدد طرق کے ذریعہ حسن میں داخل ہو جائے گی اور اگر اتہام کذب یا شذوذ یا کسی اہم خطا کے باعث ضعیف ہو تو تعدد طرق سے اسکی تلافی نہ ہوگی اور اس پر ضعیف ہونیکا حکم لگایا جائیگا

ہاں فضائل اعمال میں البتہ معتبر ہوگی ۔

مناسب صرف اسی جیسی حدیثوں (جو فضائل اعمال ہی میں معتبر ہیں) کچھ اس قول کو محمول کیا جائے جو کہا گیا ہے "ضعیف کا ضعیف کیلئے ملنا باعث تقویت نہیں ہے" ورنہ اس قول کا لغو ہونا بالکل عیاں ہے۔

فصل

جب صحیح حدیث کے درجے مختلف ہیں اور بعض صحیح حدیثیں بعض دوسری صحیح حدیثوں سے اصح ہیں تو سمجھ لیجئے کہ جمہور محدثین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ صحیح بخاری حدیث کی تمام کتابوں پر مقدم ہے. یہانتک کہ لوگوں نے کہدیا "کتاب اللہ" (قرآن) کے بعد سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری ہے ۔ ہاں بعض علمائے مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اور جمہور محدثین کہتے ہیں یہ ترجیح عمدہ اسلوب بیان اور بہترین وضع و ترتیب، باریک اشارات و کنایات اور سندوں کے بہترین رموز و نکات کی بنا پر ہے اور یہ خارج از بحث ہے گفتگو تو قوت و صحت اور اسکے متعلقات کے بارے میں ہے اور اس بارے میں کوئی کتاب بھی صحیح بخاری کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس دلیل کی بنا پر کہ صحیح میں جن صفات کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ صفات صحیح بخاری کے راویوں میں اعلیٰ درجے کے ہیں ۔ اور بعض لوگوں نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے بارے میں توقف کیا ہے ۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی ۔ (بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے)

متفق علیہ : جس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہو تو اس حدیث کو "متفق علیہ" کہتے ہیں لیکن شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ" بشرطیکہ دونوں نے ایک

ہی صحابی سے روایت کیا ہو۔ لوگوں کے کہنے کے بموجب متفق علیہ حدیثیں کل دو ہزار تین سو چھبیس ۲۳۲۶ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ متفق علیہ حدیثیں تمام حدیثوں پر مقدم ہوں گی۔ پھر وہ ہیں جنھیں صرف امام بخاریؒ نے روایت کیا۔ پھر وہ جنھیں صرف امام مسلمؒ نے روایت کیا، پھر وہ جو دونوں کی شرطوں پر ہوں، پھر وہ جو صرف امام بخاریؒ کی شرط پر ہوں۔ پھر وہ جو صرف امام مسلمؒ کی شرط پر ہوں۔ پھر وہ جنھیں ان کے علاوہ ان ائمہ نے روایت کیا جنھوں نے صحت کا التزام اور اس کی تصحیح کی ہو۔ پھر صحیح کی کل سات قسمیں ہوئیں۔ شرطِ بخاری و مسلم کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے راوی انھیں صفات کیساتھ متصف ہوں جن صفات کیساتھ بخاری و مسلم کے راوی متصف ہوں اور وہ صفات یہ ہیں: ضبط و عدل و عدم شذوذ و نکارۃ و غفلت۔ اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ شرط بخاری و مسلم کا مفہوم یہ ہے کہ اسمیں بھی انھیں کے تمام راوی بعینہ موجود ہوں۔ اس بارےمیں بڑی طول بحث ہے جسے ہم نے "شرح سفر السعادۃ" کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔

فصل

صحیح حدیثیں صرف بخاری و مسلم میں ہی نہیں ہیں اور نہ ہی ان دونوں کتابوں نے تمام صحیح حدیثوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے بلکہ ان دونوں کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں وہ تمام صحیح ہیں۔ جو حدیثیں کہ خود ان دونوں حضرات کے نزدیک صحیح ہیں یا ان کی شرطوں پر ہیں انھیں تمام کو ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر نہیں کیا چہ جائیکہ اپنے علاوہ دوسروں کے نزدیک جو صحیح تھیں انھیں بیان کرتے۔

امام بخاریؒ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں صرف صحیح حدیثوں کو بیان کیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلمؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں جو حدیثیں بیان کیں وہ تمام صحیح ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے وہ سب ضعیف ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ بعض کو تحریر کرنے اور بعض کو چھوڑنے کی کوئی خاص وجہ ہوگی یا تو صحت کے اعتبار سے یا کسی اور مقصد سے

حاکم ابو عبداللہ نیشاپوریؒ نے ایک کتاب تصنیف کیا جس کا نام مستدرک رکھا اس خیال سے کہ امام بخاری ومسلم نے جن صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ان کی معلومات کر کے اس کتاب ،،مستدرک،، میں بیان کیا۔

بعض حدیثوں کو ان دونوں حضرات کی شرط پر پایا اور بعض کو ان میں سے کسی ایک کی شرط پر اور بعض کو ان دونوں کی شرطوں کے علاوہ۔

اور یہ بھی کہا کہ امام بخاری ومسلم نے یہ حکم نہیں لگایا کہ وہ تمام حدیثیں جو ہم نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ان کے علاوہ تمام حدیثیں غیر صحیح ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اس دور میں بدعتیوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو زبان درازی کرتے ہوئے ائمۂ دین پر لعن طعن کرتا ہے کہ وہ احادیث جو تمہارے نزدیک صحیح ہیں ان کا مجموعہ دس ہزار کے بقدر بھی نہیں ہے۔

امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ،،میں نے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد کیں،، اور ان کی بات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح سے انکی مراد وہ حدیثیں ہیں جو ان کی شرط پر ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور ان حدیثوں کی تعداد مع مکررات جنھیں امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب

میں بیان کیا، ان کی مجموعی تعداد سات ہزار دو سو پچہتر (۷۲۷۵) اور مکرر حدیثوں کے حذف کرنے کے بعد (۴۰۰۰) اس کا مطلب یہ ہوا کہ بخاری میں مکرر حدیثیں کل تین ہزار دو سو پچہتر (۳۲۷۵) ہیں۔

ان کے علاوہ دوسرے ائمہ نے بھی صحیح حدیثوں پر مشتمل کتابیں تصنیف کیں، مثلاً ,, صحیح ابن خزیمہ،، وہ ابن خزیمہ جنھیں اماموں کا امام کہا جاتا ہے، جو ابن حبان کے استاذ ہیں۔ ابن حبان نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا،، میں نے روئے زمین پر فن حدیث میں ان سے بہتر اور صحیح الفاظ کی یادداشت رکھنے والا کسی کو بھی نہیں دیکھا، گویا تمام حدیثیں ان کی نظروں کے سامنے ہیں۔

اور مثلاً صحیح ابن حبان،، وہ ابن حبان جو ابن خزیمہ کے شاگرد ہیں، جو کہ معتبر اور بہت ہی سمجھ دار، ثابت فی الحدیث امام اور فاضل ہیں۔ امام حاکم نے انکے بارے میں کہا کہ،، ابن حبان علم ولغت اور حدیث و وعظ کے مخزن تھے۔ اور عقلمند لوگوں میں سے تھے۔

اور مثلاً صحیح حاکم ابو عبد اللہ نیشا پوری جو ثقہ حافظ حدیث تھے۔ انکی کتاب کا نام ,,مستدرک،، ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ انکی اس کتاب میں بہت تساہل واقع ہوا ہے۔ جسکی لوگوں نے گرفت بھی کی ہے۔

محدثین نے کہا ابن خزیمہ اور ابن حبان، حاکم سے زیادہ قوی اور مستحکم ہیں اور سند و متن میں بہتر اور باریک بیں ہیں۔

اور مثلاً حافظ ضیاء الدین مقدسی کی کتاب ,, المختارۃ،، انھوں نے بھی وہ حدیثیں بیان کیں جو صحیحین میں نہ تھیں۔ اور لوگوں نے کہا کہ انکی کتاب مستدرک سے عمدہ ہے

اور مثلاً "صحیح ابن عوانہ"، اور "صحیح ابن السکن"، اور جارود کی "المنتقی"۔

یہ تمام مندرجہ بالا کتابیں اگرچہ صحاح کے نام سے موسوم ہیں اور صحاح کے ساتھ مختص ہیں لیکن پھر بھی ایک جماعت نے تعصب یا انصاف کی رو سے ان پر تنقید کی ہے فوق کل ذی علم علیم۔ واللہ اعلم بالصواب

وہ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں اور مسلّم بھی، جنھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں:۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ۔

بعض لوگوں کے نزدیک ابن ماجہ کے بدلے موطا امام مالک ہے۔ مصنف جامع الاصول نے موطا ہی کو پسند کیا ہے، صحیحین کے علاوہ بقیہ چار کتابوں میں اگرچہ مختلف (صحیح، حسن، ضعیف) قسم کی حدیثیں ہیں پھر بھی انھیں صحاح ستہ کے نام سے تغلیباً موسوم کیا گیا۔ مصنفِ مصابیح نے صحیحین کے علاوہ احادیث کو حسان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ بھی تغلیباً یا لغوی معنی کے قریب ہے یا یہ ان کی نئی اصطلاح ہے۔

اور بعض محدثین نے یہ فرمایا کہ یہ زیادہ مناسب تھا کہ صحاح کی چھٹویں کتاب دارمی کی کتاب کو قرار دیا جاتا، اس لئے کہ اس کے راویوں میں نسبتاً ضعف کم ہے۔ نیز اسمیں منکر اور شاذ حدیثیں کم ہیں اور اس کی سندیں بھی اعلیٰ درجہ کی ہیں اور اس کی ثلاثیات (جس میں تین واسطے ہوں) بخاری کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

یہ مذکور (صحاح ستہ) کتابیں بہت ہی مشہور کتابیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی بہت سی مشہور کتابیں ہیں۔ امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "جمع الجوامع" میں بہت سی کتابوں سے حدیثیں لی ہیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے جو صحیح، حسن اور ضعیف حدیثوں پر مشتمل ہے۔ اور انھوں نے کہا کہ "میں نے اپنی کتاب میں کوئی بھی موضوع حدیث

نہیں بیان کی جسے محدثین نے بالاتفاق رد کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں قابل وثوق ائمہ کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جن کے نام یہ ہیں :۔

امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبلؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام دارمیؒ، امام دار قطنیؒ، امام بیہقیؒ، امام رزینؒ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں کا بھی اجمالاً ذکر کیا ہے۔ اور ہم (شیخ عبدالحق دہلویؒ) نے اپنی ایک الگ کتاب میں جس کا نام "الاکمال بذکر اسماء الرجال" ہے، ان ائمہ کے حالات تحریر کئے۔

(ومن اللہ التوفیق وھو المستعان فی المبدأ والمآل)

نوٹ :۔ صاحب مشکوٰۃ کی کتاب "الاکمال فی اسماء الرجال" ان کی کتاب کے آخر میں شامل ہے۔

مختار احمد اختر فیضی

مدرس جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو

مورخہ یکم جنوری ۱۹۷۶ء